قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفَضل

لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

منگل 19 اپریل 2022ء | 17 رمضان 1443 ہجری قمری | 19 شہادت 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:93

ارشاد باری تعالیٰ

مَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِىۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ‌ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ ‌ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۶۲﴾

(البقرہ: 262)

ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسے بیج کی طرح ہے جو سات بالیں اُگاتا ہو۔ ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہے (اس سے بھی) بہت بڑھا کر دیتا ہے۔ اور اللہ وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مومنوں کو مختلف طریقوں سے اس کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دلاتا ہے اور اس کے طریقے بھی بتاتا ہے۔ کہیں فرماتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ کہیں فرمارہا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ روک کر کہیں اپنے اوپر ہلاکت وارد نہ کر لینا۔ کبھی فرماتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے تم ذاتی طور پر بھی تباہی سے محفوظ رہو گے اور اگر قوم میں قربانی کا جذبہ ہے اور قوم قربانی کر رہی ہے تو قوم بحیثیت مجموعی بھی مجھ سے تباہی سے بچنے کی ضمانت لے۔ پھر فرمایا ہے کہ اپنی پاک کمائی میں سے خرچ کرو تا کہ اس میں اور برکت پڑے۔ چھپا کر بھی خرچ کرو اور اعلانیہ بھی خرچ کرو۔ غریبوں کا بھی خیال رکھو، ان کی ضرورتیں بھی پوری کرو اور زکوٰۃ کی طرف بھی توجہ دو تا کہ قومی ضرورتیں بھی پوری ہوں اور غریبوں کی ضرورتیں بھی پوری ہوں۔ اور جب تم خرچ کر رہے ہو تو یاد رکھو کہ تم اپنے فائدے کا سودا کر رہے ہو اس لئے کبھی دل میں احسان جتانے کا خیال بھی نہ لاؤ۔ اور جب فائدے کا سودا کر رہے ہو تو پھر عقل تو یہی کہتی ہے کہ بہترین حصہ جو ہے وہ سودے میں استعمال کیا جاتا ہے تا کہ فائدہ بھی بہترین شکل میں ہو۔ تو اس سے مال میں جو اضافہ ہونا ہے وہ تو ہونا ہی ہے تمہیں اس نیکی کا ثواب بھی ملتا ہے۔ اور اس لئے محبوب چیزوں میں سے خرچ کرو، جو تمہاری پسندیدہ چیزیں ہیں ان میں سے خرچ کرو، جو بہترین مال ہے اس میں سے خرچ کرو۔ اور جتنی کمزوری کی حالت میں یعنی وسعت کی کمی کی حالت میں خرچ کرو گے اتنا ہی ثواب بھی زیادہ ہو گا۔ تو فرمایا کہ بہرحال اللہ تعالیٰ تو ہر اس شخص کو اپنی رحمتوں اور فضلوں سے نوازتا ہے اور نوازتا رہے گا جو اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس کی راہ میں قربانی دیتے ہیں۔ بقیہ صفحہ 9 پر

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت خریم بن فاتکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے اسے اس کے بدلہ میں سات سو گنا ثواب ملتا ہے۔

(ترمذی کتاب فضائل الجہاد باب فضل النفقة فی سبیل اللّٰہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مَیں تمہیں سب سخیوں سے بڑے سخی کے بارہ میں نہ بتاؤں؟ اللہ تمام سخاوت کرنے والوں سے بڑھ کر سخاوت کرنے والا ہے۔ پھر مَیں تمام انسانوں میں سے سب سے بڑا سخی ہوں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد از علامہ ہیثمی کتاب العلم باب فیمن نشر علما حدیث نمبر 760)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

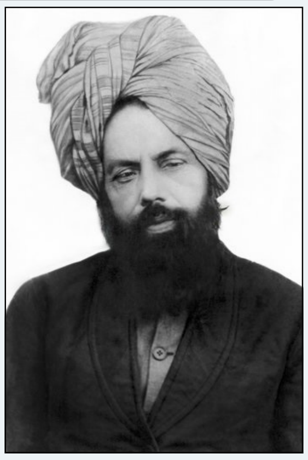

’’خدا کی راہ میں جو لوگ مال خرچ کرتے ہیں ان کے مالوں میں خدا اس طرح برکت دیتا ہے کہ جیسے ایک دانہ جب بویا جاتا ہے تو گو وہ ایک ہی ہوتا ہے مگر خدا اُس میں سے سات خوشے نکال سکتا ہے اور ہر ایک خوشہ میں سو (100) دانے پیدا کرسکتا ہے۔ یعنی اصل چیز سے زیادہ کر دینا یہ خدا کی قدرت میں داخل ہے اور درحقیقت ہم تمام لوگ خدا کی اسی قدرت سے ہی زندہ ہیں اور اگر خدا اپنی طرف سے کسی چیز کو زیادہ کرنے پر قادر نہ ہوتا تو تمام دنیا ہلاک ہوجاتی اور ایک جاندار بھی روئے زمین پر باقی نہ رہتا‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 170-171)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

’’علم تعبیر الرؤیا میں مال کلیجہ ہوتا ہے۔ اس لئے خیرات کرنا جان دینا ہوتا ہے۔ انسان خیرات کرتے وقت کس قدر صدق و ثبات دکھاتا ہے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ صرف قیل و قال سے کچھ نہیں بنتا جب تک کہ عملی رنگ میں لا کر کسی بات کو نہ دکھایا جاوے۔ صدقہ اس کو اِسی لئے کہتے ہیں کہ صادقوں پر نشان کر دیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 238 ایڈیشن 1984ء)

اس شمارہ میں

- کبھی بھی بدر کے احوال کو نہیں بھولو (منظوم)
- جنگ بدر کا قصہ مت بھولو
- دُعاء ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)
- خدا تعالیٰ غیور ہے
- عظیم بادشاہ (قرآنی انبیاء)
- رمضان کا پیغام
- سانحہ ارتحال و ذکر خیر (مکرم ناصر احمد مسعود۔ مرحوم)

دربارِ خلافت

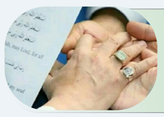

غلام احمد قادیانی میں حروف ابجد کے لحاظ سے تیرہ سو کا عدد پورا ہوتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

آج بھی آپ دیکھ لیں کہ کفر کے فتوے ایک دوسرے پر لگاتے ہیں چاہے۔ جماعت احمدیہ کے لئے، کافر بنانے کے لئے، گالیاں دینے کے لئے ایک ہو جائیں، اکٹھے ہو جائیں لیکن پھر بھی ایک دوسرے پر ان کے فتوے جو ہیں وہ قائم ہیں۔ پھر فرمایا: ''اور یہ ایک عجیب اتفاق ہو گیا ہے جس کی طرف نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کا اشارہ پایا جاتا ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ سے تیرہ سو برس بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوئے اسی طرح یہ عاجز بھی چودھویں صدی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی لحاظ سے بڑے بڑے اہل کشف اسی بات کی طرف گئے کہ وہ مسیح موعود چودھویں صدی میں مبعوث ہو گا''۔ فرمایا ''اور اللہ تعالیٰ نے میرا نام غلام احمد قادیانی رکھ کر اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا کیونکہ اس نام میں تیرہ سو کا عدد پورا کیا گیا ہے''۔ غلام احمد قادیانی میں حروف ابجد کے لحاظ سے تیرہ سو کا عدد پورا ہوتا ہے ''غرض قرآن اور احادیث سے اس بات کا کافی ثبوت ملتا ہے کہ آنے والا مسیح چودھویں صدی میں ظہور کرے گا اور وہ تفرقہ مذاہب اسلام اور غلبہ باہمی عناد کے وقت میں آئے گا''۔

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 254-258 حاشیہ)

پھر اپنی صداقت کا ایک اور ثبوت دیتے ہیں۔ فرمایا کہ:

''فصوص الحکم میں شیخ ابن العربی اپنا ایک کشف یہ لکھتے ہیں کہ وہ خاتم الولایت ہے اور توأم پیدا ہو گا''۔ (یعنی مسیح موعود)۔ ''اور ایک لڑکی اُس کے ساتھ متولّد ہو گی۔ اور وہ چینی ہو گا۔ یعنی اُس کے باپ دادے چینی ممالک میں رہے ہوں گے۔ سو خدا تعالیٰ کے ارادے نے ان سب باتوں کو پورا کر دیا۔ مَیں لکھ چکا ہوں کہ میں توأم پیدا ہوا تھا'' (جڑواں پیدا ہوا تھا) ''اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی اور ہمارے بزرگ سمرقند میں جو چین سے تعلق رکھتا ہے رہتے تھے۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 313 حاشیہ)

پھر آپ فرماتے ہیں:

''مَیں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ قرآنِ شریف کی رُو سے کوئی دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا اکمل اور اتم طور پر اُس صورت میں ثابت ہو سکتا ہے جبکہ تین پہلو سے اس کا ثبوت ظاہر ہو۔ اوّل یہ کہ نصوص صریحہ اُس کی صحت پر گواہی دیں، یعنی وہ دعویٰ کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ عقلی دلائل اُس کے مؤیّد اور مصدق ہوں۔ تیسرے یہ کہ آسمانی نشان اُس مُدّعی کی تصدیق کریں۔ سو ان تینوں وجوہ استدلال کے رُو سے میرا دعویٰ ثابت ہے۔ نصوصِ حدیثیہ جو طالبِ حق کو بصیرتِ کامل تک پہنچاتی ہیں''۔ یعنی ان کا ثبوت جن سے اگر کوئی حق کا طالب ہے اور حق کا طالب ہونا شرط ہے، یہ نہیں کہ ڈھٹائی اور ضد ہو، تو وہ اُس کو کامل بصیرت تک پہنچاتی ہیں، اُس کو حق دکھاتی ہیں ''اور میرے دعویٰ کی نسبت اطمینانِ کامل بخشتی ہیں، اُن میں سے مسیح موعود اور مسیح بنی اسرائیلی کا اختلافِ حلیہ ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کے صفحہ 485 و 876 و 1055'' (بخاری کی جس کتاب کا آپ نے حوالہ دیا اس میں یہ صفحات لکھے ہوئے ہیں لیکن بہر حال بخاری میں باب نزول عیسیٰ اور کتاب الانبیاء میں اس کا ذکر ہے۔ جس میں دونوں کے مسیح بنی اسرائیل اور مسیح محمدی کے، مسیح موعود کے حلیے درج ہیں جو علیحدہ علیحدہ ہیں۔ فرمایا: ان حدیثوں ''وغیرہ میں جو مسیح موعود کے بارے میں حدیث ہے جس میں یہ بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو عالَمِ کشف میں خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اُس میں اُس کا حلیہ یہ لکھا ہے کہ وہ گندم گوں تھا اور اُس کے بال گھونگر والے نہیں تھے بلکہ صاف تھے۔ اور پھر اصل مسیح علیہ السلام جو اسرائیلی نبی تھا، اُس کا حلیہ یہ لکھا ہے کہ وہ سرخ رنگ تھا جس کے گھونگر والے بال تھے۔ اور صحیح بخاری میں جا بجا یہ التزام کیا گیا ہے کہ آنے والے مسیح موعود کے حلیہ میں گندم گوں اور سیدھے بال لکھ دیا ہے اور حضرت عیسیٰ کے حلیہ میں جا بجا سرخ رنگ اور گھونگر والے بال لکھتا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح موعود کو ایک علیحدہ انسان قرار دیا ہے اور اُس کی صفت میں اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ بیان فرمایا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علیحدہ انسان قرار دیا ہے۔ اور بعض مناسبات کے لحاظ سے عیسیٰ بن مریم کا نام دونوں پر اطلاق کر دیا ہے''

فرمایا ''اَور ایک اَور بات غور کرنے کے لائق ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مسیح موعود کا ذکر کیا ہے، اُس جگہ صرف اسی پر کفایت نہیں کی کہ اُس کا حلیہ گندم گوں اور صاف بال لکھا ہے بلکہ اُس کے ساتھ دجّال کا بھی جا بجا ذکر کیا ہے۔ مگر جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیلی کا ذکر کیا ہے، وہاں دجّال کا ساتھ ذکر نہیں کیا۔ پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں عیسیٰ بن مریم دو تھے۔ ایک وہ جو گندم گوں اور صاف بالوں والا ظاہر ہونے والا تھا جس کے ساتھ دجّال ہے۔ اور دوسرا وہ جو سرخ رنگ اور گھونگریالے بالوں والا ہے اور بنی اسرائیلی ہے جس کے ساتھ دجّال نہیں۔ اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شامی تھے اور شامیوں کو آدم یعنی گندم گون ہرگز نہیں کہا جاتا۔ مگر ہندیوں کو آدم یعنی گندم گون کہا جاتا ہے۔ اس دلیل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ گندم گون مسیح موعود جو آنے والا بیان کیا گیا ہے وہ ہرگز شامی نہیں ہے بلکہ ہندی ہے۔ اس جگہ یاد رہے کہ نصاریٰ کی تواریخ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ گندم گوں نہیں تھے بلکہ عام شامیوں کی طرح سرخ رنگ تھے۔ مگر آنے والے مسیح موعود کا حلیہ ہرگز شامیوں کا حلیہ نہیں ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 299 تا 302 حاشیہ)

(خطبہ جمعہ 22/ مارچ 2013ء)

کبھی بھی بدر کے احوال کو نہیں بھولو

ہوا ہے اہلِ محبت کو امتحاں درپیش
ہوا ہے مشت بھر افراد کو جہاں درپیش
ہیں اہلِ درد کو پھر تیر اور کماں درپیش
خوشا نصیب کہ ہے میر کارواں درپیش
وہی ہے ڈھال، سو اس ڈھال کو نہیں بھولو
کبھی بھی بدر کے احوال کو نہیں بھولو

پھر آج مدِمقابل ہیں اہلِ جاہ و حشم
اٹھائے ہیں وہی کبر و غرور کا پرچم
انہیں نصیب سبھی فیصلوں کے لوح و قلم
یہاں پہ چال کوئی ہے تو بس ثباتِ قدم
یہی ہے چال تو اِس چال کو نہیں بھولو
کبھی بھی بدر کے احوال کو نہیں بھولو

امیر اہلِ وفا پھر ہوا ہے سجدہ ریز
جو سجدہ گاہ سے اٹھی صدائے لرزہ خیز
تو دیکھ لینا کہ ہوگی وہ انقلاب انگیز
ستم گرو، وہ دعائیں ہیں مثلِ تیغِ تیز
سو اپنے گِرد بچھے جال کو نہیں بھولو
کبھی بھی بدر کے احوال کو نہیں بھولو

امیر قافلہ سجدے سے اٹھ کے آئے گا
تو اُس کے ساتھ خدائے قدیر آئے گا
وہ اپنے ہاتھ سے کنکر بھی گر اڑائے گا
تو اہلِ ظلم پہ طوفان ٹوٹ جائے گا
پس آنسوؤں سے لکھی فال کو نہیں بھولو
کبھی بھی بدر کے احوال کو نہیں بھولو

آصف محمود باسط۔لندن

اداریہ

جنگ بدر کا قصہ مت بھولو

آج کا اداریہ 17 رمضان کی مناسبت سے قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ جنگ بدر 17 رمضان المبارک کو لڑی گئی تھی۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

نہتے تین سو تیرہ بشر ذوق شہادت میں
خدا کے نام پر نکلے محمدؐ کی قیادت میں
نہ کثرت تھی نہ شوکت تھی نہ کچھ سامان رکھتے تھے
فقط اخلاص رکھتے تھے فقط ایمان رکھتے تھے

حضرت قاضی عبدالرحیمؓ نے 17فروری 1904ء کی ڈائری میں لکھا کہ ’’آج رات حضرتؑ (حضرت مسیح موعودؑ) نے خواب بیان فرمایا۔ کسی نے کہا کہ جنگ بدر کا قصہ مت بھولو۔‘‘

(اصحاب احمد جلد ششم صفحہ 133)

گویا اللہ تعالیٰ، حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے متبعین کو تاریخ اسلام میں ہونے والی فتح عظیم جو فرقان عظیم کے نام سے بھی موسوم ہے کے واقعہ کو ہمیشہ ذہن میں رکھنے، اس سے سبق لینے اور اس کے ذریعہ ترقیات پانے کی تلقین کرتا ہے۔ اور ہمارے پیارے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ گزشتہ کچھ عرصہ سے غزوہ بدر کے صحابہ کی سیرت پر خطبات ارشاد فرمارہے ہیں۔ اس کا ایک مقصد بجلی کی اس لہر کو اپنے اندر سرایت کرنا ہے جو صحابہ بدر میں تھی جس کا حضور ایدہ اللہ نے بدری صحابی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذکر میں فرمایا ’’جس طرح بجلی کے ساتھ معمولی تار بھی مل جائے تو اس میں عظیم الشان طاقت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کے نتیجہ میں آپ کے ماننے والے (بدری صحابہ بھی اشداء علی الکفار کے مصداق بن گئے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 11 مارچ 2022ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں ہمیں جنگ بدر کی تاریخ اور اس میں شامل ہونے والے صحابہ کے حالات کا علم پا کر ان جیسا مقدس وجود بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

بدر کی تاریخ

جنگ بدر 17رمضان 2ھ کو بدر کے مقام پر لڑی گئی چونکہ مکہ کی معیشت کا دارومدار تجارت پر تھا جو شام کے ساتھ تھی۔ اور شام کی طرف جانے کا راستہ مدینہ کے قریب سے گزرتا تھا اس لئے ہر وقت کفار کو یہ خدشہ رہتا تھا کہ مسلمان ہمارا راستہ نہ روک دیں۔

اُدھر مسلمانوں کو یہ خطرہ محسوس ہوتا تھا کہ قریش کے تجارتی قافلے کہیں ہمیں نقصان نہ پہنچا دیں۔ اس لئے آنحضور ﷺ قریش کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھتے اور صحابہؓ کے بعض دستے بھی بھیجا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ابوسفیان تجارت کے بعد شام سے واپس جا رہا تھا کہ کسی نے مسلمانوں کی طرف سے لوٹنے اور نقصان پہنچانے کی افواہ گرم کر دی۔ یہ خبر مکہ بھی پہنچی جہاں سے ابوجہل کی سرکردگی میں ایک ہزار افراد پر مشتمل اسلحہ سے لیس لشکر بدر کی طرف روانہ ہوا۔ جب ابوسفیان کا قافلہ بخیریت مکہ پہنچ گیا تو قریش مکہ نے ابوجہل کو واپس آنے کو کہا مگر ابوجہل نے ایک نہ سُنی اور بدر کے مقام پر پہنچ کر جنگی نقطہ نگاہ سے اس جگہ پر قبضہ کیا جو اہم تھی۔

اُدھر آنحضور ﷺ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دے رکھا تھا۔ 300 سے زائد صحابہؓ پر مشتمل ایک لشکر نے مدینہ کو چھوڑا۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ مقابلہ تجارتی قافلہ سے ہے یا اسلحہ سے لیس ایک لشکر کے ساتھ۔ مدینہ کے کچھ فاصلہ پر آنحضور ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ مہاجر صحابہ نے وفاداری اور جاں نثاری کا اظہار فرمایا۔ حضورؐ انصار صحابہؓ کی طرف سے انتظار فرما رہے تھے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے کھڑے ہو کر وفاداری کا اظہار یوں کر کے ایک سنہری تاریخ رقم فرمائی کہ اے اللہ کے رسول! ہم **موسیٰ کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ تو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے، بائیں بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ پائے گا جب تک ہماری نعشوں کو نہ روندے۔**

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول! جنگ تو معمولی شئے ہے آپ اگر سمندر میں کود جانے کا کہیں تو آپ اس پر بھی ہمیں تیار پائیں گے۔ تب آپؐ نے بدر کی طرف کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا اور دو تین روز کی مسافت کے بعد بدر مقام کے چشمہ کے قریب اسلامی لشکر اُتار دیا۔ یہ علاقہ ریتلا تھا۔ پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ جس سے صحابہ میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔

آنحضور ﷺ اپنے خیمہ میں گئے اور ساری رات یہ دعا کرتے رہے اَللّٰھُمَّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہٖ الْعِصَابَةَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِي الْاَرْضِ اَبَدًا کہ اے اللہ! اگر تو نے اس چھوٹے سے گروہ کو ہلاک کر دیا تو زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بشارت دی کہ فلاں فلاں دشمن فلاں فلاں جگہ مارا جائے گا۔ الٰہی تقدیر نے اپنا کام دکھلایا۔ تیز بارش ہوئی۔ ریتلا علاقہ مضبوط ہو گیا اور چٹیل میدان میں چکنا پن آ گیا جس پر دشمنوں کے پاؤں جم نہ سکے۔

اگلے روز رسول مکرم ﷺ نے مسلمانوں کے لشکر کی صف بندی ایسے رنگ میں کی کہ وہ دوگنی نظر آنے لگی۔ اُدھر ابوجہل نے اپنا ایک نمائندہ مسلمانوں کی تعداد کا تخمینہ لگانے کے لئے بھیجا۔ جس نے واپس جا کر مشورہ دیا کہ اُن سے مت لڑو۔ وہ 300 افراد نہیں وہ تو موتیں ہیں۔ جو مر جانے اور کٹ جانے یا مار دینے اور کاٹ دینے کے موڈ میں نظر آتے ہیں۔

اگلے روز 17رمضان کو حق و باطل کی جنگ کا آغاز ہوا۔ انفرادی مقابلے میں عتبہ، ولید اور شیبہ کے مقابل پر حمزہ، علی اور عبیدہ نکلے۔ کفار کو ہلاکت نصیب ہوئی اور انہی جگہوں پر وہ مارے گئے جن جگہوں کی نشان دہی اللہ تعالیٰ نے ایک روز قبل خواب میں آنحضور ﷺ کو فرمائی تھی۔

تب آپؐ نے خدا کے حکم پر ایک مٹھی بھر ریت دشمنان اسلام کی طرف پھینکی۔ گھمسان کی جنگ جاری تھی کہ اچانک تیز آندھی چلی اور آندھی کا رُخ دشمن کے مخالف تھا۔ جو ان کی آنکھوں میں پڑ کر ان کو اندھا کر رہی تھیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دائیں بائیں کھڑے دو بچے معوذ و معاذ باز کی طرح ابوجہل کی طرف لپکے اور چٹ پٹ میں اسے قتل کر دیا۔

اب تو کفار مکہ کے پاؤں اکھڑ چکے تھے۔ وہ 70 مقتول میدان میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور 70 کفار کو قیدی بنا لیا گیا جبکہ مسلمانوں کے ایک درجن کے قریب سپاہی شہید ہوئے۔ ساز و سامان اور جنگجوؤں کا موازنہ کچھ یوں تھا۔

مسلمان

313 اصحاب بے سروسامانی کا عالم کہ انسان تصور بھی نہیں کرسکتا۔

70-60 سپاہی باقی مزدور، تاجر بوڑھے، بیمار بچپن اور جوانی کی دہلیز پر تھے۔

صرف تین تلواریں۔ باقی کے پاس لکڑی کے ڈنڈے

صرف 2 ڈھالیں

صرف دو گھوڑے چند اونٹ تھے

صرف 6 زرہیں

کفار

1ہزار جنگ جو

1ہزار تلواریں

700 ڈھالیں

300 زرہیں

100 گھوڑے

بے شمار اونٹ

کفار نے مکہ پہنچ کر اپنی عورتوں کو مرنے والوں پر بین کرنے سے منع کر دیا تا مسلمانوں کو خبر ملنے کی صورت میں وہ خوش نہ ہوں اور یوں اس ’’یوم الفرقان‘‘ کی وجہ سے مستقل طور پر مسلمانوں کی تمام عرب پر دھاک بیٹھ گئی اور جنگ بدر باقی ماندہ جنگوں (احد۔ احزاب وغیرہ) میں کفار کی شکست کا موجب بنی۔

یہ مختصر سی تاریخ ہے غزوہ بدر کی۔

اللہ تعالیٰ نے آج کے دور کو بدر قرار دیا۔ یوم الفرقان قرار دیا اور الہاماً تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ جنگ بدر کے قصہ کو مت بھولو اور اُدھر الہاماً فرمایا وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ کہ اللہ نے بدر میں تمہیں نصرت پہنچائی جب تم بہت کمزور تھے۔ اور حقیقت میں درج ذیل اسباق جماعت احمدیہ کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کی فتح اور اس میں نصرت الٰہی کا ذکر سورۃ اٰل عمران آیت 124 میں وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ کے الفاظ میں کیا ہے اور اس فتح کا ذکر جنگ اُحد کے ذکر کے درمیان کرنے کا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ فتوحات اور ترقیات تقویٰ کے ساتھ اور شکر ادا کرنے کے ساتھ ملا کرتی ہیں۔ اب جماعت احمدیہ کو جب کہ وہ کمزور ہے فتوحات تب ہی ملیں گی اگر تمام احمدی تقویٰ پر کاربند رہیں گے اور سابقہ فتوحات پر شکر خداوندی کو اپنا شیوہ بنائیں گے۔

بقیہ صفحہ 9 پر

حسنیٰ مقبول احمد۔ امریکہ

دُعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے (مسیح موعودؑ)

قسط 14

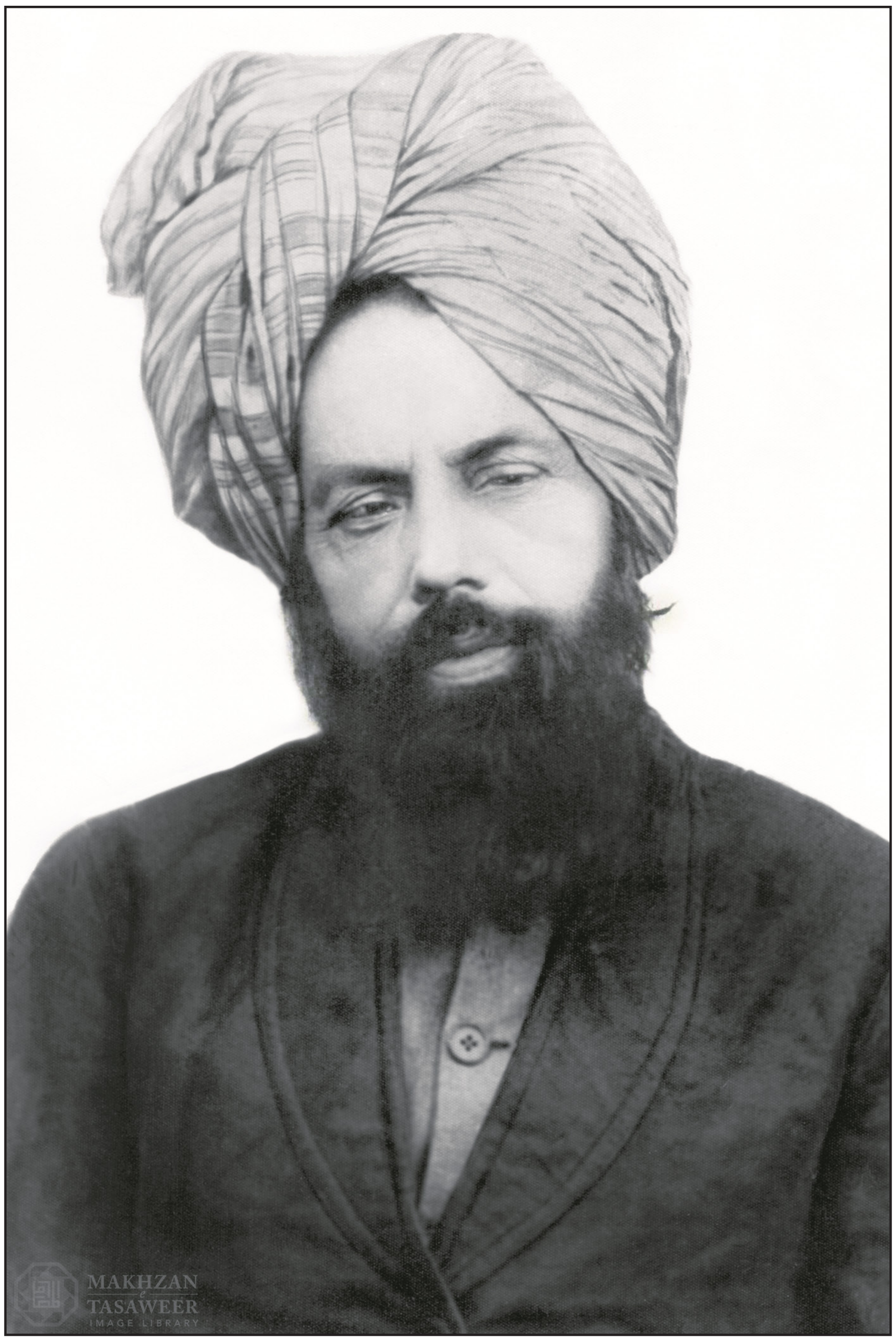

دعا بڑی دولت ہے

سیدعبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دعا کے ساتھ شقی سعید کیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ یہاں تک کہتے ہیں کہ شدید الاختفاامور مشبہ بالمبرم بھی دور کئے جاتے ہیں۔

الغرض دعا کی اس تقسیم کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کبھی اللہ تعالیٰ اپنی منوانا چاہتا ہے اور کبھی وہ مان لیتا ہے۔ یہ معاملہ گویا دوستانہ معاملہ ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی عظیم الشان قبولیت دعاؤں کی ہے۔ اس کے مقابل رضا اور تسلیم کے بھی آپ اعلیٰ درجہ کے مقام پر ہیں۔

چنانچہ آپ کے گیارہ بچے مرگئے مگر آپ نے کبھی سوال نہ کیا کہ کیوں؟ جو لوگ فقراء اور اہل اللہ کے پاس آتے ہیں۔ اکثران میں سے محض آزمائش اور امتحان کے لئے آتے ہیں۔ وہ دعا کی حقیقت سے نا آشنا ہوتے ہیں اس لئے پورا فائدہ نہیں ہوتا۔ عقلمند انسان اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر دعا نہ ہوتی تو اہل اللہ مر جاتے۔ جو لوگ دعا کے منافع سے محروم ہیں ان کو دھوکا ہی لگا ہوا ہے کہ وہ دعا کی تقسیم سے ناواقف ہیں۔

میرا جب سب سے پہلا لڑکا فوت ہوا۔ تو اس کو ایک سخت غشی کی حالت تھی۔ گھر میں اس کی والدہ نے جب دیکھا کہ حالت نازک ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو امید نہیں اب جانبر ہو۔ میں اپنی نماز کیوں ضائع کروں چنانچہ وہ نماز میں مصروف ہوگئے اور جب نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے پوچھا تو اس وقت چونکہ انتقال ہو چکا تھا میں نے کہا کہ لڑکا مر گیا ہے انہوں نے پورے صبر اور رضا کے ساتھ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا۔

خدا جس امر میں نامراد کرتا ہے اس نامرادی پر صبر کرنیوالوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اسی صبر کا نتیجہ ہے کہ خدا نے ایک کی بجائے چار لڑکے عطا فرمائے۔

الغرض دعا بڑی دولت ہے۔ بے صبر ہو کر دعا نہ کرے بلکہ دعاؤں میں لگا رہے یہاں تک کہ وہ وقت آجاوے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 226-227)

طاعون کا علاج

طاعون کا علاج توبہ واستغفار ہی ہے یہ کوئی معمولی بلا نہیں بلکہ ارادہ الٰہی سے نازل ہوئی ہے یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہماری جماعت میں سے کسی کو نہ ہو۔ صحابہ میں سے بھی بعض کو طاعون ہوگئی تھی۔ لیکن ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کے حضور تضرع اور زاری کرتا ہے اور اس کے حدود واحکام کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے جلال سے ہیبت زدہ ہو کر اپنی اصلاح کرتا ہے۔ وہ خدا کے فضل سے ضرور حصہ لے گا۔ اس لئے ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ تہجد کی نماز کو لازم کرلیں۔ جو زیادہ نہیں۔ وہ دو ہی رکعت پڑھ لے۔ کیونکہ اس کو دعا کرنے کا موقع بہر حال مل جائے گا۔ اس وقت کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے کیونکہ وہ سچے درد اور جوش سے نکلتی ہیں۔ جب تک ایک خاص سوز اور درد دل میں نہ ہو۔ اس وقت تک ایک شخص خواب راحت سے بیدار کب ہوسکتا ہے؟ پس اس وقت اٹھنا ہی ایک درد دل پیدا کر دیتا ہے جس سے دعا میں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہی اضطراب اور اضطرار قبولیت دعا کا موجب ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر اٹھنے میں سستی اور غفلت سے کام لیتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ درد اور سوز دل میں نہیں کیونکہ نیند تو غم کو دور کر دیتی ہے لیکن جبکہ نیند سے بیدار ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی درد اور غم نیند سے بھی بڑھ کر ہے جو بیدار کر رہا ہے۔ پھر ایک اور بات بھی ضروری ہے جو ہماری جماعت کو اختیار کرنی چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ زبان کو فضول گوئیوں سے پاک رکھا جاوے۔ زبان وجود کی ڈیوڑھی ہے اور زبان کو پاک کرنے سے گویا خدا تعالیٰ وجود کی ڈیوڑھی میں آجاتا ہے۔ جب خدا ڈیوڑھی میں آگیا تو پھر اندر آنا کیا تعجب ہے؟

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 245-246)

دعائیں کرنے کے لئے نصیحت

دیکھو اب کام تم کرتے ہو۔ اپنی جانوں اور اپنے کنبہ پر رحم کرتے ہو۔ بچوں پر تمہیں رحم آتا ہے جس طرح اب ان پر رحم کرتے ہو۔ یہ بھی ایک طریق ہے کہ نمازوں میں ان کے لئے دعائیں کرو۔ رکوع میں بھی دعا کرو۔ پھر سجدہ میں دعا کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ اس بلا کو پھیر دے۔ اور عذاب سے محفوظ رکھے۔ جو دعا کرتا ہے وہ محروم نہیں رہتا۔ یہ کبھی ممکن نہیں ہے کہ دعائیں کرنے والا غافل پلید کی طرح مارا جاوے۔ اگر ایسا نہ ہو تو خدا کبھی پہچانا ہی نہ جاوے۔ وہ اپنے صادق بندوں اور غیروں میں امتیاز کرلیتا ہے۔ ایک پکڑا جاتا ہے۔ دوسرا بچایا جاتا ہے۔ غرض ایسا ہی کرو کہ پورے طور پر تم میں سچا اخلاص پیدا ہوجاوے۔

(الحکم جلد 6 نمبر 24 صفحہ 5-6 پرچہ 10جولائی 1902ء)

انبیاء اور دعا

انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں یہی رہا ہے کہ وہ پیشگوئیوں کے دیئے جانے پر بھی اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر سچا ایمان رکھ کر بھی دعاؤں کے سلسلہ کو ہرگز نہ چھوڑتے تھے۔ اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ کے غناء ذاتی پر بھی ایمان لاتے ہیں اور مانتے ہیں کہ خدا کی شان لایدرک ہے اور یہ سوء ادب ہے کہ دعا نہ کی جاوے۔ لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے اضطراب سے دعا کر رہے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور! اب دعا نہ کریں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو فتح کا وعدہ دیا ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں مصروف رہے بعض نے اس پر تحریر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہ تھا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اور ہر کہ عارف تر باشد خائف تر باشد۔ وہ معرفت آپ کو اللہ تعالیٰ کے غناء ذاتی سے ڈراتی تھی۔ پس دعا کا سلسلہ ہرگز چھوڑنا نہیں چاہیئے۔

مسیح موعود کی دعاؤں کی عظمت

10اپریل 1902ء صبح کی سیر میں فرمایا کہ

میں آج کل طاعون سے قادیان کے محفوظ رہنے کے لئے بہت دعائیں کرتا ہوں اور باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے وعدے فرمائے ہیں لیکن یہ سوء ادب اور انبیا کے طریق سے دور ہے کہ خدا کی لایدرک شان اور غناء ذاتی سے خوف نہ کیا جاوے۔ آج پہلے وقت ہی یہ الہام ہوا

دلم مے بلرزد چو یاد آورم
مناجات شوریدہ اندر حرم

شوریدہ سے مراد دعا کرنے والا ہے اور حرم سے مراد جس پر خدا نے تباہی کو حرام کر دیا ہو۔ اور دلم مے بلرزد خدا کی طرف ہے۔ یعنی یہ دعائیں قوی اثر ہیں میں انہیں جلدی قبول کرتا ہوں۔ یہ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت کا نشان ہے۔ دلم مے بلرزد بظاہر ایک غیر محل سا محاورہ ہوسکتا ہے۔ مگر یہ اسی کے مشابہ ہے جو بخاری میں ہے کہ مومن کی جان نکالنے میں مجھے تردد ہوتا ہے۔

توریت میں جو پچھتانا وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں دراصل وہ اسی قسم کے محاورہ ہیں۔ جو اس سلسلہ کی ناواقفی کی وجہ سے لوگوں نے نہیں سمجھے۔ اس الہام میں خدا تعالیٰ کی اعلیٰ درجہ کی محبت اور رحمت کا اظہار ہے اور حرم کے لفظ میں گویا حفاظت کی طرف اشارہ ہے…

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 266-268 ایڈیشن 1984ء)

محمد عبد الحی۔ گوتھن برگ، سویڈن

خدا تعالیٰ غیور ہے

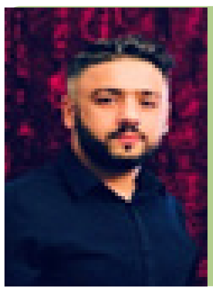

میرے ایک دوست (جنھوں نے اپنا نام بتانا مناسب خیال نہیں کیا) بیان کرتے ہیں:

کرونا کی وباء کے آغاز مارچ 2020ء میں ہی مجھے کمپنی والوں نے قبل از وقت نوٹس دے دیا کہ فرم میں کام کم ہوگیا ہے اور آپ کی ملازمت کو بحال رکھنا مشکل ہوگا اس لئے اگلے ماہ سے کہیں اور ملازمت تلاش کریں۔ ایسی پریشان کن صورت حال میں میرے دل سے آواز آئی۔ وَاللّٰہُ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ اور ہر قسم کی پریشانی دھوئیں کی مانند غائب ہوگئی۔ (برسبیلِ تذکرہ خاکسار یہ بھی عرض کرتا چلے کہ سویڈن میں بیروزگاری الاؤنس ان افراد کیلئے ہوتا ہے جو کسی خاص یونین کے ممبر ہوں۔ ان کو اس یونین کی ممبرشپ فیس کے طور پر سو سے ڈیڑھ سو کرونر تک ماہوار ادا کرنا ہوتا ہے۔ جو بیروزگار ہونے کی صورت میں، ایک سال کی مدت تک تنخواہ کا ساٹھ سے اسی فیصد ادا کرتے ہیں۔) تو میں بھی ایک ایسی یونین کا ممبر تھا اس لئے جیسے ہی بیروزگار ہوا تو یونین کی جانب سے بیروزگاری الاؤنس لگ گیا جو میری ضروریات کیلئے کافی تھا۔

اب اپریل 2020ء کا مہینہ تھا اور رمضان کی بھی آمد آمد تھی۔ ماہ رمضان کے بابرکت آغاز میں ہی جماعت کی جانب سے اعلان ہوا کہ احباب مسابقت فی الخیرات کے تحت اپنے وعدہ جات بابت تحریک جدید و وقفِ جدید سو فیصد ادا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ اعلان سُن کر دل میں خیال آیا کہ ہر سال جماعت ماہ رمضان میں یہ اعلان کرتی ہے اور اِن الٰہی تحریکات کے مالی سال کے اختتام پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ مختلف ممالک کے بارے میں واقعات سناتے ہیں کہ فلاں آدمی نے یہ قربانی کی، اپنا سو فیصد وعدہ ادا کیا تو خدا تعالیٰ رجوع برحمت ہوا اور مالی وسعت ملی۔ تو کیوں نہ اس بار میں بھی یہ نسخہ آزما کر دیکھوں۔ یہی سوچ کر میں نے فون اٹھایا اور جماعت کے ایک بزرگ کو فون کرکے رمضان میں ہی یہ قربانی کرنے کے بارے میں پوچھا کہ آخر رمضان ہی کیوں یہ قربانی کی جائے؟ تو جواب میں ان بزرگ نے فرمایا کہ ’’بیٹا یہ سنّت نبوی ﷺ ہے۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے بہتر، سب سے شجاع اور سب سے زیادہ سخی تھے، مگر رمضان المبارک میں سخاوت اور غرباء پروری کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا، حضور ﷺ کی سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کی سخاوت رمضان المبارک میں تیز و تند آندھی سے بھی زیادہ آگے چلتی تھی۔‘‘ یہ جواب سن کر میں نے بھی دل میں ٹھان لی کہ اپنے وعدہ جات بابت الٰہی تحریکات سو فیصد ادا کرنے ہیں اور جب عملی جامہ پہنانے کے لئے بینک اکاؤنٹ چیک کیا تو معقول رقم اکاؤنٹ میں نہ ہونے کے باعث مارے خفت کے ہنسی نکل گئی کہ اب کیا بنے گا؟ تاہم مندرجہ ذیل آیت اللہ تعالیٰ کی جناب سے دل میں ڈالی گئی اور غیر معمولی طور پر سکینت عطا ہوئی۔

ازدیاد ایمان کے لئے آیت ملاحظہ فرمائیں:

مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗۤ اَضۡعَافًا کَثِیۡرَۃً ؕ وَاللّٰہُ یَقۡبِضُ وَیَبۡصُۜطُ ۪ وَاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ (البقرہ:246)

ترجمہ: کون ہے جو اللہ کو قرضہ حسنہ دے تاکہ وہ اس کے لئے اسے کئی گنا بڑھائے۔ اور اللہ (رزق) قبض بھی کر لیتا ہے اور کھول بھی دیتا ہے۔ اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

پھر سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ (ال عمران:10)

ترجمہ: یقیناً اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

بس یہی سوچ کر فوراً اپنا سو فیصد وعدہ ادا کر دیا اور ساتھ ساتھ وصیّت کا چندہ بھی اصل شرح کے مطابق ہی ادا کر دیا۔ اس کے بعد اگلے ماہ مجھے کمپنی والوں نے بلایا اور بتایا کہ کیوں کہ مجھے ملازمت سے فارغ کر دیا گیا تھا، اس لئے یہ کمپنی کی ذمہ داری ہے کہ میرے تمام واجبات ادا کر دیئے جائیں اور اسی وجہ سے مجھے دو ماہ کی تنخواہیں اکٹھی دے کر فارغ کیا جائے گا۔ میں اسی وقت جب دفتر سے نکلا تو سجدۂ شکر بجا لایا۔ کیونکہ جتنے پیسے انہوں نے میرے حساب میں بنائے تھے وہ تو میرے پورے سال کے اخراجات کے لئے کافی تھے اور اتنے پیسے اکٹھے آج تک میرے بینک اکاؤنٹ میں کبھی نہیں ہوئے تھے۔ اللہ اکبر! ساتھ ہی اونچی آواز میں نعرہ لگایا کہ

جے ویکھاں میں عملاں ولّے،
تے کجھ نئیں میرے پلّے
جے ویکھاں تیری رحمت ولّے،
بلّے، بلّے، بلّے، بلّے

اس کے بعد ایمان ایسا قوی ہوا کہ بیروزگار ہونے کے باوجود میں نے ہر ماہ شرح آمد کے حساب سے چندہ وصیت ادا کرنا شروع کر دیا جو کہ 1/10 سے بڑھ کر 1/6 ہوگیا اور بظاہر وقت کے ساتھ ساتھ بینک اکاؤنٹ بھی کم ہوتا دکھائی دے رہا تھا تاہم خدا کی محبت دل میں روز بروز تقویت پکڑتی جا رہی تھی۔ دن گزرتے گئے، نئی ملازمت کیلئے انٹرویوز ہوتے رہے مگر بظاہر کام بنتا دکھائی نہیں دیا۔ یہاں تک کہ سال کے اختتام تک بیروزگاری الاؤنس بھی بہت کم ہوگیا تھا اور ساتھ ساتھ گھر کے اخراجات بھی تھے۔ مگر دل دیوانہ اپنی ہی دھن میں محبت الٰہی کی دھونی رمائے بیٹھا تھا۔

پھر مارچ 2021ء کے اوائل میں ایک کمپنی والوں کی طرف سے انٹرویو کیلئے کال آئی جنھوں نے مجھے ستمبر 2020ء میں ایک اور ملازمت کیلئے مسترد کیا تھا جو بظاہر بڑی عجیب سی بات تھی کیوں کہ انکے دفتر میں اس کا ریکارڈ موجود ہوتا ہے۔

علیٰ ہٰذالقیاس تین انٹرویوز کے بعد اس عورت کی اگلے ماہ کال آئی اور اس نے کہا کہ معذرت کے ساتھ ہم آپکو یہ ملازمت پیشکش نہیں کر سکتے جس کو سُن کر دل بیٹھ سا گیا مگر اگلے ہی لمحے کہنے لگی کہ تاہم ڈائریکٹر فلاں فلاں کو تمہارا گزشتہ تجربہ پسند آیا ہے اور ایک ایسی ملازمت جو کہ ہم نے تاحال مشتہر نہیں کی اسکے لئے آپکو چُنا گیا ہے۔ اگر آپ دلچسپی رکھتے ہوں تو ایک دو روز میں بتا دیں۔ میں نے اسی وقت دو رکعت چاشت کی نماز ادا کی اور اللہ کے حضور عافیت و رہنمائی طلب کی اور ساتھ ہی حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اقتباس بابت قبولیت دعا کے گُر نظروں سے گزرا جو کہ کچھ یوں ہے۔

’’یہ طریق بھی صلحاء نے بتایا ہے کہ جس قسم کی مشکل پیش ہو اسی قسم کی مشکل جس کا ازالہ یا دور کرنا تمہارے اپنے بس میں ہو کسی دوسرے حاجت مند کی دور کرنے کی کوشش کرو اس پر خدا تم پر بھی رحم کر دے گا۔‘‘

انہی دنوں میرے ایک دوست جو کہ بیرون از ملک تھے کال آئی اور اپنی مالی پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے پیسوں کی سخت ضرورت ہے اور جیسے بھی ہو کچھ کر کے مجھے پیسے بھجیں، ورنہ مالک مکان مجھے گھر سے نکال دے گا کیونکہ تین ماہ سے میں کرایہ ادا نہیں کر سکا۔ میں نے مذکورہ بالا اقتباس کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے دوست کی مدد کر دی اور مطمئن ہوگیا۔

جس دن ڈائریکٹر کے ساتھ تنخواہ کے بارے میں بات ہونی تھی اسی دن علی الصباح خواب میں تنخواہ کے معین اعداد خدائے غیّور نے لکھے ہوئے دکھائے بعینہٖ جو ڈائریکٹر نے حتمی طور پر ملازمت کے معاہدہ پہ لکھے۔

میرے منہ سے یک لخت یہ اشعار جاری ہوگئے:

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

(براہین احمدیہ، حصہ چہارم صفحہ 401 مطبوعہ 1884ء)

موصوف مزید بیان کرتے ہیں کہ آیت ممدوحہ بالا وَاللّٰہُ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ (جمعہ:12) کے حوالہ سے خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا:

’’اللہ کو خیر الرازقین یقین کرو اور مت خیال کرو کہ صادق کی صحبت میں رہنے سے کوئی نقصان ہوگا۔ کبھی ایسی جرأت کرنے کی کوشش نہ کرو کہ اپنی ذاتی اغراض کو مقدّم کرلو۔ خدا کیلئے جو کچھ انسان چھوڑتا ہے اُس سے کہیں بڑھ کر پالیتا ہے۔ تُم جانتے ہو کہ ابُوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا چھوڑا تھا اور کیا پایا؟ صحابہؓ نے کیا چھوڑا ہوگا۔ اس کے بدلہ میں کتنے گُنا زیادہ خُدا نے انکو دیا۔ خُدا تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے جو نہیں ہے؟ لِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡض! تجارتوں میں خسارہ کا ہوجانا یقینی اور کاروبار میں تباہیوں کا واقع ہوجانا قرینِ قیاس ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے لئے کسی چیز کو چھوڑ کر کبھی انسان خسارہ نہیں اُٹھا سکتا‘‘

(الحکم 28 فروری 1903 ص 7)

اسی ضمن میں حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے:

’’اس وقت ضرورت ہے کہ اسلام کے لئے اور سلسلہ احمدیہ کے لئے ہر ایک قربانی جس کی ضرورت ہو، کی جائے اور جب تک تم میں سے ہر ایک قربانی نہیں کرے گا، ان ترقیوں کے منہ نہیں دیکھ سکو گے جو مقدر ہیں۔ زید و بکر کی قربانی تمہارے لئے کافی نہیں ہوسکتی۔ تمہارے لئے تمہاری اپنی ہی قربانی کام آنے والی ہے۔ اگر تم دوسروں کی قربانیوں پر خوش ہو گئے تو تمہاری مثال ایسی ہی ہوگی جیسی کسی پنڈت کے متعلق مشہور ہے۔ کہتے ہیں ایک پنڈت صبح کے نہانے کو فرض قرار دیتا تھا۔ صبح کے وقت دریا پر گیا۔ سردی کا موسم تھا اتنی تو جرأت نہ ہوئی کہ دریا میں داخل ہو کر نہائے۔ ایک کنکر اٹھا کر اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ’’تورا شنان سو مورا شنان‘‘ یعنی تیرا نہانا میرا نہانا ہی ہے۔ یہ کہہ کر کنکر دریا میں ڈال دیا۔ راستہ میں ایک دوسرا پنڈت ملا۔ اس نے کہا بھئی کیسے نہائے۔ اس نے ترکیب بتلائی۔ اس پنڈت نے اسے مخاطب کر کے کہہ دیا کہ ’’تورا شنان سو مورا شنان‘‘ اور واپس آ گیا۔ پس سید عبد الطیف اور عبد الرحمن خان کی قربانی کو اپنے لئے کافی نہ سمجھو۔ کسی کی نماز سے اپنی نماز ادا نہیں ہوسکتی۔ جو کچھ ان سے ظاہر ہوا، وہ ان کا کام تھا۔ تم اپنا فرض آپ ادا کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرماوے کہ ہم ان قربانیوں کو ادا کریں۔ جن کی اس وقت اسلام کے لئے ضرورت ہے اور ہمیں وہ دن نصیب کرے کہ ہم پوری ترقیاں دیکھیں اور اسلام اپنی اصلی شان میں آجائے۔‘‘

(خطباتِ محمود جلد 6 صفحہ 243 بحوالہ الفضل 24 جون 1919ء)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(نشان آسمانی، صفحہ 46 مطبوعہ 1892ء)

اللہ تعالیٰ اس دوست کے نفوس و اموال میں برکت ڈالتا چلا جائے۔

آمین

فرید احمد نوید۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

قرآنی انبیاء

عظیم بادشاہ

قسط 11

فلستی پہلوان کا خیال تھا کہ پورے لشکر میں سے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ وہ چلا چلا کر بنی اسرائیل کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ اور تمام بنی اسرائیلی اس کی طاقت سے ڈرتے ہوئے خاموشی سے اس کی باتیں سن رہے تھے کہ اچانک ایک نوجوان آگے بڑھا اور پہلوان سے مقابلے کا اعلان کیا۔ یہ داؤد تھے۔ جو بعد میں اللہ تعالیٰ کے ایک بزرگ نبی اور بنی اسرائیل کے بادشاہ بنے۔

بہادر اور شجاع حضرت داود علیہ السلام کی زندگی کے واقعات جنہیں اپنے خدا پر بہت زیادہ بھروسہ تھا۔

داؤد اپنے بھائیوں کی خیریت پوچھنے کے لئے میدان جنگ کی طرف جارہے تھے۔ ان کے والد نے انہیں کہا تھا کہ جاؤ اور اپنے دونوں بڑے بھائیوں کا حال دریافت کر کے آؤ جو بادشاہ کے لشکر میں شامل تھے اور اس وقت بنی اسرائیل کے دشمن فلستیوں سے لڑ رہے تھے۔ داؤد چونکہ ابھی نوجوان تھے اور جنگی امور سے واقف نہ تھے اس لئے جنگ پر نہ گئے تھے بلکہ گھر رہ کر اپنے والد کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ بھیڑ بکریوں کی رکھوالی کر رہے تھے اور انہیں چرانے کیلئے لے جایا کرتے تھے۔ میدان جنگ میں پہنچ کر وہ اپنے بھائیوں کا پتہ کرتے ہوئے ان تک پہنچے اور ان سے باتیں کرنے لگے۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ فلستیوں کی طرف سے ایک پہلوان نکل کر بنی اسرائیلیوں کی فوج کو للکارنے لگا۔ یہ اونچا لمبا اور صحت مند پہلوان انتہائی طاقتور معلوم ہو رہا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ اسے کوئی بھی شکست نہیں دے سکے گا۔

داؤد کو یہ دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی کہ لشکر میں سے کوئی بھی اس پہلوان کے مقابلے پر جانے کو تیار نہ تھا (اس وقت کی جنگوں میں رواج یہ تھا کہ لڑائی شروع کرنے سے پہلے دونوں لشکر اپنے اپنے طاقتور سپاہی میدان جنگ میں بھیجے تھے جو ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے۔ اور اس انفرادی مقابلے کے بعد عام جنگ شروع ہوتی تھی اس طریقے کو مبارزت کہتے تھے۔ سو وہ پہلوان مسلسل بنی اسرائیل کی فوج کو برا بھلا کہہ کر اپنا آدمی بھیجنے کیلئے کہہ رہا تھا لیکن ابھی کوئی ایک شخص بھی مقابلے کیلئے نہیں گیا تھا۔ یہ صورتحال خاصی تشویشناک تھی کیونکہ اس انفرادی مقابلے میں نہ نکلنے کا مطلب یہ تھا کہ بنی اسرائیلی اپنے دشمن کے مقابل پر کمزور ہیں اور اس کی وجہ سے فلستیوں کے حوصلے بلند ہو رہے تھے۔

بنی اسرائیلی لشکر کے سالار اور بادشاہ نے صورت حال کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے یہ اعلان کروادیا کہ جو کوئی شخص اس پہلوان کو شکست دے گا میں اسے دولت سے مالا مال کر دوں گا اور نہ صرف یہ کہ اسے دولت ملے گی بلکہ میں اسے اپنا داماد بھی بنالوں گا۔ یہ اعلان بڑی تیزی کے ساتھ تمام لشکر میں پھیل گیا اور لوگوں میں اس انعام کے چرچے ہونے لگے۔ نوجوان داؤد نے جب اس اعلان کو سنا تو ان کی طبیعت میں بھی جوش پیدا ہوا۔ وہ پہلے ہی اس پہلوان کی بدزبانی کی وجہ سے اسے جواب دینا چاہتے تھے اب جو عام اعلان ہوا تو یہ فوراً بادشاہ کے پاس پہنچ گئے اور جا کر کہا۔ بادشاہ سلامت میں اس پہلوان سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں اور اسے اس کی بدزبانی کی سزا دینا چاہتا ہوں۔

تم؟ بادشاہ نے حیرت سے کہا۔ تم جیسا نوجوان جسے جنگی امور سے کچھ بھی واقفیت نہیں ہے۔ بھلا کیسے اس تجربہ کار پہلوان کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ جس نے ایک لمبی مدت تک داؤ پیچ سیکھے ہیں اور محنت کی ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔

داؤد نے جب بادشاہ کا جواب سنا تو کہا۔ بادشاہ سلامت! گو میں عمر میں چھوٹا ہوں اور میں مانتا ہوں کہ مجھے جنگ کے داؤ پیچ نہیں آتے لیکن مجھے کامل یقین ہے کہ میں اس بدزبان پہلوان کو شکست دے سکتا ہوں کیونکہ میں جنگل میں اپنی بکریاں چرانے کیلئے جاتا ہوں اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شیر یا ریچھ ہمارے ریوڑ سے کوئی جانور اٹھا کر لے جاتا ہے۔ میں ایسی صورت میں اس شیر یا ریچھ سے مقابلہ کر کے اپنا جانور اس کے منہ سے چھین لاتا ہوں۔ بادشاہ سلامت! اگر میں شیر کو شکست دے سکتا ہوں تو پھر اس پہلوان کو کیوں نہیں ہرا سکتا۔ یہ دلیل واقعی وزن رکھتی تھی اس لئے بادشاہ نے داؤد کو اس پہلوان سے مقابلہ کرنے کی اجازت دے دی اور نہ صرف اجازت دی بلکہ انہیں تمام جنگی ساز و سامان سے لیس بھی کر دیا۔

داؤد کو چونکہ ان چیزوں کے پہنے اور استعمال کرنے کا تجربہ نہ تھا اس لئے انہوں نے بادشاہ سے معذرت کے ساتھ ان تمام چیزوں کو اتار دیا اور اپنی لاٹھی لیکر پہلوان سے مقابلے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں سے انہوں نے چند پھر بھی اٹھا کر اپنے تھیلے میں رکھ لئے اور اپنی غلیل اپنے ہاتھ میں تھام لی۔ پہلوان نے جب یہ دیکھا کہ ایک نوجوان لڑکا جو مسلح بھی نہیں ہے صرف ایک لاٹھی ہاتھ میں پکڑے ہوئے اس کی طرف آرہا تھا تو اسے بہت غصہ آیا۔ اور وہ غصے میں آکر داؤد کو برا بھلا کہنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ تو میرے پاس تو آ۔ میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پرندوں کو کھلا دوں گا۔

داؤد نے جواباً اسے کہا کہ تجھے اپنی دنیاوی طاقت اور ہتھیاروں پر فخر ہے اور تو مجھے حقیر سمجھ رہا ہے لیکن میرا خدا میرے ساتھ ہے۔ بنی اسرائیل کا خدا میرے ساتھ ہے وہ طاقتور ہاتھ میرے پیچھے ہے۔ وہ صرف مجھے غلبہ دے گا اور تجھے تباہ و برباد کر دے گا۔ یہ کہہ کر داؤد نے پھرتی کے ساتھ اپنی غلیل نکالی اور ایک پتھر اس میں رکھ کر نشانہ لیکر پہلوان کو مارا۔ یہ پتھر پہلوان کے ماتھے پر لگا اور پوری طاقت کے ساتھ اس کے ماتھے میں گھس گیا۔ یہ چوٹ اتنی شدید ثابت ہوئی کہ پہلوان لڑکھڑا کر زمین پر گر گیا۔ داؤد آگے بڑھے اور انہوں نے اس کی میان میں سے تلوار نکال کر اس کا کام تمام کر دیا۔ پہلوان کا مرنا تھا کہ فلستیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور بنی اسرائیلی پورے جوش اور جذبے کے ساتھ ان پر چڑھ دوڑے اور جنگ میں فتح حاصل کر لی۔

بادشاہ، داؤد سے بہت خوش تھا کیونکہ اس نوجوان کی وجہ سے اس کی ہاری ہوئی جنگ فتح میں تبدیل ہوگئی تھی اس نے داؤد کو بلا کر شاباش دی اور انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ تم اب ہمارے محل میں ہمارے ساتھ رہو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ ساؤل کے قریبی ساتھیوں میں شامل ہو گئے۔ بادشاہ کا ایک بیٹا جو آپ کا ہم عمر تھا آپ کا دوست بن گیا اور رفتہ رفتہ یہ دوستی گہری محبت میں تبدیل ہوگئی۔ وہ آپ کا بہت خیال رکھتا ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا اور یہ کوشش کرتا کہ کسی طرح بادشاہ کی نظر میں داؤد کا مقام پہلے سے بلند ہوتا جائے۔ یہی وجہ تھی بادشاہ بھی اب ہر معاملے میں آپ پر اعتماد کرنا شروع ہو گیا تھا اور آپ کو ایک جنگی دستے کا سالار بھی مقرر کر دیا تھا۔

داؤد نے اپنے اعلیٰ اخلاق اور خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے جلد ہی محل میں موجود تمام لوگوں کے دل جیت لئے بلکہ محل پر ہی کیا موقوف تمام علاقے کے لوگ داؤد سے بہت خوش تھے۔ اور ان کے دلوں میں داؤد کے لئے محبت اور عزت روز بروز بڑھتی جا کو بنی اسرائیل کے عظیم بادشاہ اور اپنے ایک برگزیدہ نبی کے طور پر چن چکی تھی۔ اور اب دنیا کی کوئی طاقت اللہ تعالیٰ کے اس فضل کو داؤدؑ سے روک نہیں سکتی تھی۔

دوسری جانب داود کی یہ بڑھتی ہوئی مقبولیت بادشاہ کو سیاسی اعتبار سے گراں بھی گزر رہی تھی اسلئے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ باہمی اعتماد کا رشتہ کمزور پڑتا چلا گیا جس کے نتیجے یں بالآخر داؤد شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ اور پھر یوں ہوا کہ ملک پر ایک مرتبہ پھر فلستیوں نے حملہ کر دیا۔ شدید جنگ ہوئی اور گو بادشاہ کی فوجوں نے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا لیکن اس مرتبہ ابتداء سے ہی فلستیوں کا پلہ بھاری تھا۔ اس لئے آہستہ آہستہ فوجیں پسپا ہونے لگیں۔ بادشاہ اور اس کا بیٹا جو داؤد علیہ السلام کا قریبی دوست تھا اس جنگ میں مارا گیا۔ اس کے بعد داؤد حَبرون چلے گئے اور وہاں بنی اسرائیل نے متفقہ طور پر آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ یہ قریباً 1050 قبل مسیح کی بات ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی طاقت دن بدن بڑھتی چلی گئی اور آپ ایک عظیم بادشاہ کے طور پر دنیا کے سامنے آئے۔ آپ کی حکومت کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور آپ کو ترقیات پر ترقیات عطا ہوتی رہیں۔ گو بعض دفعہ فتنوں نے بھی آپ کی حکموت میں سر اٹھایا لیکن آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل اور خاص رہنمائی کی وجہ سے ان فتنوں پر قابو پالیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت فراست اور دانائی عطا کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنی عقلمندی کی بناء پر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بنی اسرائیل کی حکومت کو مضبوط خطوط پر استوار کیا۔ خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت ہر لحہ آپ کے ساتھ تھی۔ اس وقت بھی جب آپ بچے تھے اور جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے اس وقت بھی جب آپ نوجوان تھے اور جنگ کے میدانوں میں دشمنوں سے نبرد آزما تھے۔ اور اس وقت بھی خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ تھا جب آپ تخت شاہی پر متمکن تھے۔ آپ کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قریباً ایک ہزار سال پہلے کا ہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے حضرت سلیمان آپ کے وارث بنے۔ سلیمان بادشاہت میں بھی آپ کے وارث تھے اور ان کی نیکی اور بزرگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی نبوت کے مقام پر بھی سرفراز فرمایا۔

ظہیر احمد طاہر۔ جرمنی

رمضان کا پیغام

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں،مغفرتوں اور جہنم کی آگ سے نجات دلانے والا بابرکت مہینہ اب اپنے اختتام کی طرف رواں دواں ہے۔ گیارہ مہینوں سے کروڑوں دل اس کی آمد کے انتظار میں دل و جان فرش راہ کئے ہوئے تھے۔ رمضان آتا ہے تو جماعت مومنین کے گھروں میں جشن کا سا سماں ہوتا ہے۔وہ ظاہری قمقمے روشن کرنے کی بجائے نیکی اور تقویٰ کے چراغوں سے اس کا استقبال کرتے ہیں اور کمر ہمت کَس کر نیکیوں کے ہر میدان میں سبقت لے جانے کا عزمِ صمیم کر لیتے ہیں۔گویا رمضان کی آمد کے ساتھ نیکیوں کا ایسا موسم بہار شروع ہوجاتا ہے جو مومنوں کے لیے روحانی اور جسمانی بیماریوں سے نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ رمضان کے مہینہ میں وہ صرف بھوک اور پیاس ہی برداشت نہیں کرتے بلکہ وہ ہمہ وقت اپنی توجہ نیکیوں اور تقویٰ کے حصول پر مرکوز رکھتے ہیں۔اس مہینہ میں وہ عبادات، نوافل، صدقات و خیرات، دعاؤں کے بجالا نے کی طرف غیرمعمولی توجہ دیتے ہیں۔ وہ نہ تو کسی چھوٹی نیکی کو چھوڑتے ہیں اور نہ کسی بڑی نیکی سے پیچھے رہتے ہیں بلکہ وہ ہر بدی کو بیزار ہوکر ترک کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ رمضان جسم اور روح کی کثافتیں دُور کرنے کا مہینہ ہے۔صوم کے لغوی معنی کسی کام سے رُکنا بیان ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے روزے کی اصل غرض اور علت غائی یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے بھوکا پیاسا رہنے سے کچھ غرض نہیں جب تک وہ بدیوں کو ترک کرنے کی سعی نہ کرے۔ پس اصل چیز اپنے آپ کو بدیوں کے زہریلے اثرات سے بچانا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:مَنۡ لَّمۡ یَدَعۡ قَوۡلَ الزُّوۡرِ وَالۡعَمَلَ بِهٖ فَلَیۡسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیۡ أَنۡ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ (صحیح البخاری، 30۔کتاب الصوم،باب8: مَنۡ لَّمۡ یَدَعۡ قَوۡلَ الزُّوۡرِ وَالۡعَمَلَ بِهٖ فِی الصَّوۡمِ) جو شخص جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ ایسا شخص کھانا اور پینا چھوڑ دے۔

گویا رمضان کی برکت سے جو نیک ماحول بن جاتا ہے اس کی وجہ سے انسانی طبائع خود بخود نیکیوں کی طرف مائل ہونے لگتی ہیں۔اگر اس نیک ماحول میں بھی کسی کے اندر پاک تبدیلی پیدا نہیں ہوتی تو اُس انسان کو اپنی حالت پر ضرور غور کرنا چاہئے۔ کیونکہ روزہ صرف بھوک اور پیاس برداشت کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ نیکیوں کی ٹریننگ کا مہینہ ہے۔ پس جو انسان پوری کوشش،مضبوط ارادے اور پختہ عزم کے ساتھ نیکیوں میں مداومت اختیار کرتا ہے وہ نہ صرف گناہ کی کثافتوں سے پاک کیا جاتا ہے بلکہ اُس کے اندر آئندہ زندگی میں نیکیوں کے میدان میں آگے بڑھنے کی نئی اُمنگ پیدا ہوجاتی ہے۔

جس طرح جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے اچھی غذا، صاف ستھری ہوا اور مناسب طرزِ زندگی ضروری ہے اسی طرح روح کی پرورش کے لیے عبادت، تسبیح وتحمید، ذکر واذکار اور اچھی عادات اپنا نا ضروری ہے۔ روزے کی حالت میں نمازوں کا خاص التزام، تلاوتِ قرآن کریم، تہجد کے ذریعہ قیام اللیل اور شب بیداری، تنہائی میں اپنے ربّ کے حضور مناجات، خضوع وخشوع اور عاجزی سے مانگی جانے والی دعائیں، قرب الٰہی کے لیے جسم و روح کے سجدے، اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی رحمت، مغفرت اور جہنم کی آگ سے نجات کی التجائیں، یہ وہ طریق ہیں جو روحانی ترقی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ:مَنۡ قَامَ رَمَضَانَ اِیۡمَانًا وَّاِحۡتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِهٖ (سنن نسائی،کتاب قیام اللیل،بَاب:ثَوَابُ مَنۡ قَامَ رَمَضَانَ اِیۡمَانًا وَّاِحۡتِسَابًا) جو شخص رمضان کے مہینہ میں ایمان کی حالت میں اپنا محاسبہ کرتے ہوئے رات کو عبادت کرتا ہے تو اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

ایسے لوگ اپنی راتوں کو ہی زندہ نہیں کرتے بلکہ اُن کے دن بھی ذکر الٰہی سے معنون ہوتے ہیں۔وہ اپنی تمام تر توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف مرکوز رکھتے ہیں گویا وہ اپنے آپ کو خالصۃً للہ کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید اور تہلیل اُن کی زبانوں پر جاری رہتی ہے اور اُن کے کان پاک کلمات کے سننے سے لذت پاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہی وہ ذرائع ہیں جو روزے کی قبولیت کے لیے ضروری ہیں اور انہی راہوں سے گزر کر وہ اپنے ربّ کی لقاء حاصل کریں گے۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر عمل اُس کے لیے ہوتا ہے سوائے روزہ کے۔ کیونکہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اُس کا بدلہ ہوتا ہوں اور روزے ڈھال ہیں اور جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو وہ کوئی فحش بات نہ کرے اور نہ شوروغل کرے۔ اور اگر کوئی اُس کو گالی دے یا اُس سے لڑے تو چاہیے کہ وہ یہ کہہ دے: میں روزہ دار شخص ہوں۔ اور اُسی ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! یقیناً روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بوئے مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ پہلی خوشی اُس وقت ہوتی ہے جبکہ وہ افطار کرتا ہے اور دوسری جب وہ اپنے ربّ سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزہ کی وجہ سے خوش ہوگا۔ (صحیح البخاری،30: کتاب الصوم،باب9: هَلۡ یَقُوۡلُ اِنِّیۡ صَاءِمٌ اِذَا شُتِمَ حدیث نمبر 1904)

رمضان اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔قرآن کے بغیر رمضان نہیں اور رمضان کے بغیر قرآن نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰی وَالۡفُرۡقَانِ (البقرہ:186) ’’رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لیے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔‘‘پس رمضان اور قرآن کریم کو آپس ایک خاص مناسبت ہے یہی وجہ ہے رمضان کے مہینہ میں خاص طور پر حضرت جبریل علیہ السلام رسول کریم ﷺ کے پاس تشریف لاتے اور جس قدر قرآن کریم نازل ہو چکا ہوتا اُسے آپ کے ساتھ مل کر دہراتے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:عَلَیۡکُمۡ بِالۡقُرۡاٰنِ فَاتَّخِذُوۡهُ اِمَامًا وَّ قَاءِدًا، فَاِنَّهٗ کَلَامُ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ الَّذِیۡ هُوَ مِنۡهُ وَاِلَیۡهِ یَعُوۡدُ فَاٰمِنُوۡا بِمُتَشَابِهِهٖ وَاعۡتَبِرُوۡا بِاَمۡثَالِهٖ۔ (کنزالعمال، کتاب الایمان والاسلام،الباب السابع،فی تلاوۃ القرآن وفضائلہ،الفصل الاوّل فی فضائل حدیث:2300) تم قرآن کو لازم پکڑو اور اس کو امام اور قائد بنالو کیونکہ یہ ربّ العالمین کا کلام ہے جو اسی سے نکلا ہے اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔ پس اس کے متشابہ پر ایمان لاؤ اور اس کی مثالوں سے عبرت وسبق حاصل کرو۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک اور ارشاد مبارک ہے کہ اپنے گھروں میں کثرت سے تلاوتِ قرآن کریم کیا کرو۔ یقیناً وہ گھر جس میں قرآن نہ پڑھا جاتا ہو اس میں خیر کم اور شر زیادہ ہوجاتا ہے اور وہ گھر اپنے رہنے والوں کے لئے تنگ پڑھ جاتا ہے

(کنزالعمال،کتاب ادب المعبر،الفصل الثانی فی آداب البیت والبناء،حدیث:41496)

جو شخص قرآن کریم پڑھنے کی خاطر اپنی رات کی نیندوں کو قربان کرے گا قیامت کے روز قرآن اُس کے لیے شفیع کے طور پر آئے گا اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ...... قرآن کہے گا میں نے اسے رات کی نیند سے روکے رکھا پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں یعنی روزے اور قرآن کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

(مسند احمد۔مسند المکثرین من الصحابہ حدیث:7336)

رسول کریم ﷺ نے ایسے شخص کو قابل رشک قرار دیا ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور اُس کی تلاوت میں دن رات مصروف رہتا ہے۔حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قابل رشک صرف دو آدمی ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ نے قرآن کا علم دیا اور وہ دن رات اس کی تلاوت میں مشغول رہتا ہے تو ایک دیکھنے والا کہتا ہے کہ کاش مجھے بھی اس جیسا قرآن کا علم ہوتا تو میں بھی اس کی طرح تلاوت کرتا رہتا اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا اور وہ اُسے اُس کی راہ میں خرچ کرتا ہے جسے دیکھنے والا کہتا ہے کہ کاش! مجھے بھی اللہ اتنا مال دیتا تو میں بھی اسی طرح خرچ کرتا جس طرح یہ کرتا ہے۔

(صحیح البخاری،کتاب التوحید والرد علی جهمیة وغیرهم،باب قَوۡلِ النَّبِیِّ ﷺ رَجُلٌ اٰتَی اللّٰهُ الۡقُرۡاٰنَ--- حدیث:7528)

روزوں کی فرضیت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ (البقرہ:184) ’’اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔‘‘ گویا روزے کا اصل مقصد تقویٰ کی کھیتوں کو پروان چڑھانا ہے۔ اس لیے جو شخص اپنے دل میں تقویٰ کے بیج بو کر اُنہیں نیکیوں کے پانی سے سیراب کرتا رہے گا وہ اللہ تعالیٰ کے حضور کامیابی کے تاج سے سرفراز کیا جائے گا۔قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰهَا (الشّمس:10) ’’یقیناً وہ کامیاب ہوگیا جس نے اُس (تقویٰ) کو پروان چڑھایا۔‘‘پس روزہ ایک عبادت ہی نہیں ہے بلکہ عبادات میں ترقی کرنے کا اہم ترین ذریعہ بھی ہے۔ اگرچہ اسلام سے پہلے بھی روزے فرض تھے جیسا کہ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ (البقرہ:184) کے الفاظ سے ظاہر ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے ذریعہ جس طرح دوسری عبادات کو اُن کی معراج تک پہنچایا ہے بالکل اسی طرح آپ ﷺ کے ذریعہ روزے بھی اپنی معراج کو پہنچے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے روزے کی جزا کو اپنی لقا کا ذریعہ ٹھہرا دیا۔

آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ فطرت کا خمیر نیکی اور تقویٰ کی پاکیزہ مٹی سے اُٹھایا گیا تھا یہی وجہ ہے کہ نیکیاں ہی آپ کے تمام اعمال کا نمایاں حصہ تھیں۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں جس قدر دکھ درد، بھوک پیاس کی شدت، تبلیغ دین اور جہاد فی سبیل اللہ کے دوران تکلیفیں اُٹھائیں نیز آپ کا دن رات خشیت الٰہی، عبادات، راتوں کے قیام، رکوع وسجود میں گھنٹوں اللہ سے رازونیاز میں گزارنا وہ سب رمضان کی تمام کیفیات کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھا لیکن اس کے باجود رمضان کے آتے ہی

آپ ﷺ کمر ہمت کَس لیتے اور پہلے سے بہت بڑھ کر نیکی اور تقویٰ کے حصول کے لیے کوشاں ہوجاتے۔ پس رمضان اس لیے آیا ہے کہ ہر مؤمن اطاعت الٰہی میں سرتسلیم خم کرے، اپنی خواہشات پر ضبط کرنا سیکھے اور اپنے نفس کی اصلاح کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار ہوجائے۔ تہجد، دعا، تسبیح، تحمید، تہلیل (سُبۡحَانَ اللّٰہِ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) نیز دیگر ذکر و اذکار کی طرف خاص توجہ دے۔ تلاوت قرآن کریم کی عادت کو پختہ کرلے۔ صدقات وخیرات کے ذریعہ مستحقین کی مدد کرے۔ خوردونوش میں اسراف سے بچے اور جسمانی و اخلاقی صحت کے لیے اپنے اندر اعتدال کی عادت پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کے لیے کثرت سے دعائیں کرے۔ اس مجاہدہ کے ذریعہ اُس کے اندر ملکی صفات پیدا ہوں گی جو اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرنے کا ذریعہ بنیں گی۔ ان شاء اللہ۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ’’ہم احمدیوں کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے بعد اپنے روزوں کے اس طرح حق ادا کرنے کی کوشش کریں جس طرح ان کا حق ادا کرنے کا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ تقویٰ کیا ہے اور ہم نے اسے کس طرح اختیار کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف مواقع پر تقویٰ کے بارے میں ہمیں بتایا کہ متقی کون ہے؟ حقیقی راحت اور لذت اصل میں تقویٰ ہی سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ دنیا کی لذتوں میں راحت ہے۔ کس طرح ہمیں نیکیاں بجالانی چاہئیں۔ انسان کو حقیقی مؤمن بننے کے لیے اپنا ہر کام خدا تعالیٰ کی مرضی اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے کرنا چاہئے اور یہی ایک بات ہے جو مؤمن اور کافر میں فرق ڈالتی ہے۔ اور یہ بھی آپ نے ہمیں بتایا اللہ تعالیٰ کی معرفت میں انسان ترقی کرے۔ ہر روز جو آئے، ہر آنے والا دن ہمیں اللہ تعالیٰ کی معرفت میں آگے لے جانے والا ہو، نہ کہ وہیں کھڑے رہیں یا ان لوگوں کی طرح ہوں جو صرف معاشرتی دباؤ کی وجہ سے دکھانے کے لیے روزے رکھتے ہیں نہ کہ تقویٰ میں بڑھنے کے لیے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18؍مئی 2018ء الفضل انٹرنیشنل 8؍جون 2018ء صفحہ 6)

رمضان کا ایک پیغام حقوق العباد کی ادائیگی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مہینے کے دوران جہاں اپنے نفس کی خرابیوں کو دور کرنے اور اپنی بے جا خواہشات پر قابو پانے کی ضرورت ہے وہیں اپنے عزیز و اقارب کا پہلے سب بڑھ کر خیال رکھنے اور خاص طور پر مفلس اور نادار لوگوں کی پہلے سے بڑھ کر مدد کی ضرورت ہے۔

پس رمضان کا اصل پیغام یہ ہے کہ اس مبارک مہینہ کی برکت سے نیکی کے جن کاموں کی عادت پختہ ہوگئی ہے اُسے آئندہ بھی جاری رکھا جائے تا کہ ہمارا ہر قدم ہمیں ہمارے مقصد حیات کے قریب تر کرنے والا ہو۔ اللہ کرے کہ ہم اُسی طرح رمضان میں داخل ہوں جس طرح ہمارے ہادی و رہنما ﷺ داخل ہوا کرتے تھے اور ہم اسی طرح رمضان کو الوداع کہیں جس طرح ہمارے آقا و مولی ﷺ اسے الوداع کیا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ: اِذَا سَلِمَ رَمَضَانُ سَلِمَتِ السَّنَةُ (الجامع الصغیر، الجزء الاوّل حدیث:675) جب رمضان سلامتی سے گزر جائے تو سمجھو کہ سارا سال سلامت رہے۔ اللہ کرے کہ ہماری زندگیوں میں آنے والے تمام رمضان اور تمام سال سلامتی کے ساتھ گزرنے والے ہوں۔

سانحہ ارتحال و ذکر خیر

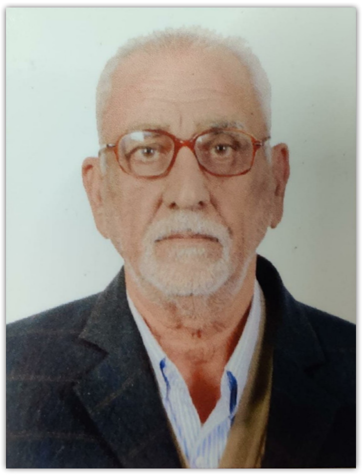

• مکرمہ امتہ الحفیظ۔ قادیان سے بہ افسوس ناک اطلاع بھجواتی ہیں کہ

میرے میاں مکرم ناصر احمد مسعود مورخہ 3 جنوری 2022ء کو قادیان دارالامان میں 82 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

مرحوم موصی تھے۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں عمل میں آئی۔

آپ آزاد کشمیر کوٹلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام محمد دین شہید تھا جو 1947ء کی پارٹیشن میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی شہادت کے وقت آپ 6 سال کے تھے۔ والدہ کا نام عائشہ بی بی تھا۔ 1974ء کے فسادات میں تجارت ختم ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی ہدایت پر آپ جرمنی ہجرت کر گئے۔ جہاں آپ کو حضورؒ کی دعاؤں سے معجزانہ طور پر سرکاری ملازمت ملی۔ آپ کو کچھ عرصہ (2004ء تک) گروس گراؤ جرمنی کے ریجنل امیر کے طور پر خدمت کی بھی توفیق ملی۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ میٹرک کے بعد وقف عارضی کے لیے ہماری جماعت کوٹلی آزاد کشمیر تشریف لائے تھے تب ہم نے حضور انور کو دعوت پر مدعو کرنا چاہا تو حضور انور نے فرمایا۔ وقف عارضی ختم ہونے تک میں اپنا کھانا خود پکاؤں گا۔ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اس واقعہ کا ذکر کرنے پر حضور انور نے فرمایا ہاں مجھے یاد ہے۔ جرمنی میں ایک عرصہ گزار کر 2006ء میں ہجرت کر کے قادیان آئے اور مجھ (امتہ الحفیظ بنت محمد ابراہیم خان مرحوم) سے شادی کی۔ ان سے میری ایک بیٹی عائشہ نصرت جہاں ہے جو اب گیارہ سال کی ہے۔ ناصر مسعود صاحب پنجوقتہ نماز مسجد میں جاکر ادا کرنے کے عادی تھے۔ تہجد کے پابند اور قرآن کریم کی باقاعدہ تلاوت کرتے تھے۔ چندہ جات میں بہت باقاعدہ اور خوش دلی سے ادا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تمام خلفائے کرام سے دلی محبت رکھتے تھے۔ اور اپنے ساتھ ساتھ ان سب کے نام سے بھی چندے ادا کیا کرتے تھے۔ آپ کو تین بار عمرہ ادا کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ بہت محنتی انسان تھے۔ جماعت کے عہدے دار کہیں بھی نظر آجاتے تو احتراماً کھڑے ہو جاتے اور کہتے یہ خلیفۂ وقت کے نمائندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر کامل توکل تھا۔ مرحوم کا دینی علم بہت وسیع تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور احادیث کی کتب کا مطالعہ کرتے رہتے۔ آپ نے گھر میں بھی ایک لائبریری بنائی ہوئی تھی۔ غریبوں، بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کیا کرتے تھے۔ خلیفۂ وقت سے دلی محبت تھی۔ مرحوم بہت سے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ اصول پسند، محبت کرنے والے، مہمان نواز تھے۔ میری پہلی شادی سے ایک بیٹا ہے اعجاز احمد جو وقف نو میں شامل ہے۔ ناصر صاحب آخری دو ماہ جب صاحب فراش تھے تو میرے بیٹے نے ان کی بہت خدمت کی۔ ناصر صاحب کی پہلی شادی سے دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام لواحقین کو مرحوم کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

درخواست دعا

الفضل آن لائن سے تعلق رکھنے والے تمام خیرخواہوں سے ماہ رمضان کے مبارک دنوں میں الفضل آن لائن کی ترقی و ترویج اور درج ذیل اہل کاروں اور کارکنان کے لئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

1: ممبران ٹیم۔ 2: نمائندگان۔ 3: کمپوزنگ کرنے والی ٹیم کے ممبران وممبرات۔ 4: پروف کرنے والے ممبران وممبرات۔ 5: مضمون نگار۔ 6: شعراء کرام۔

7: قارئین کرام اور اخبار کو بہتر سے بہتر دیکھنے کے لئے آراء دینے والے احباب وخواتین۔

اللہ تعالیٰ ان تمام کے نفوس و اموال میں برکت ڈالے اور ان جملہ دوستوں و خواتین کی رضا کارانہ خدمات کو قبول کرتے ہوئے اجرِ عظیم سے نوازے اور ان کا حامی و ناصر ہو۔

(ادارہ الفضل آن لائن)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

اور ہر شخص اپنی ایمانی حالت کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ ہر کوئی اپنے مرتبے اور توکل کے مطابق خرچ کرتا ہے اور اس لحاظ سے انبیاء کا ہاتھ سب سے کھلا ہوتا ہے اور انبیاء میں بھی سب سے زیادہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ سب سے زیادہ کھلا تھا۔ تبھی تو آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ احد پہاڑ جتنا سونا میرے پاس ہو تو وہ بھی میں تقسیم کر دوں۔ انبیاء کے بعد درجہ بدرجہ ہر کوئی اس نیک کام میں حصہ لیتا ہے، اس کا اس کو ثواب بھی ملتا ہے اور اس کے مطابق وہ خرچ بھی کرتا ہے۔ ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال آیا کہ آج میرے گھر میں کافی مال ہے میں جا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کروں اور آدھا مال لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دل میں خیال کیا کہ آج تو حضرت ابوبکرؓ سے بڑھنے کے قوی امکانات ہیں، ان سے زیادہ قربانی پیش کروں گا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد حضرت ابوبکرؓ اپنا مال لے کر آئے تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول!۔ اس پر حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اپنے آپ سے کہ تم کبھی ابوبکرؓ سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ بہرحال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اس کی راہ میں خرچ کرنے کے مختلف ذرائع سے ترغیب دلاتا ہے۔

.....حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک واقعہ کہ ابتدائی ایام میں، جو شروع کے دن تھے، چندے وغیرہ مقرر نہ ہوئے تھے اور جماعت کی تعداد بھی تھوڑی تھی۔ ایک دفعہ کثیر تعداد میں مہمان آ گئے۔ اس وقت خرچ کی دقت تھی۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب نے میرے روبرو حضرت اقدس علیہ السلام سے خرچ کی کمی کا ذکر کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ مہمان زیادہ آ گئے ہیں۔ آپ گھر گئے، حضرت ام المومنین کا زیور لیا اور میر صاحب کو دیا کہ اس کو فروخت کر کے گزارہ چلائیں۔ پھر دوسرے تیسرے دن، وہ زیور کی جو آمد ہوئی تھی، روپیہ آیا تھا، ختم ہو گیا۔ میر صاحبؓ پھر حاضر ہوئے اور اخراجات کی زیادتی کے بارہ میں ذکر کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے مسنون طریقے پر ظاہر اسباب کی رعایت کر لی ہے اب وہ خود انتظام کرے گا۔ یعنی جو مسنون طریقہ تھا، جو ہمارے پاس تھا وہ تو ہم نے دے دیا ہے، خرچ کر لیا ہے اب خدا تعالیٰ خود انتظام کرے گا جس کے مہمان ہیں۔ کہتے ہیں کہ دوسرے ہی دن اس قدر روپیہ بذریعہ منی آرڈر پہنچا کہ سینکڑوں تک نوبت پہنچ گئی۔ اس زمانہ میں سینکڑوں بھی بہت قیمت رکھنے والے تھے۔ پھر آپؑ نے توکل پر تقریر فرمائی، فرمایا: جبکہ دنیا دار کو اپنے صندوق میں رکھے ہوئے روپے پر اعتبار ہوتا ہے کہ حسب ضرورت جس قدر چاہے گا صندوق کھول کر نکال لے گا۔ ایسا ہی متوکل کو خدا تعالیٰ پر یقین اور بھروسہ ہوتا ہے کہ جس وقت چاہے گا نکال لے گا۔ اور اللہ کا ایسا ہی سلوک ہوتا ہے۔

تو دیکھیں اس سے ہمیں سبق مل رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کی ضرورتیں پوری کر لیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری بہتری کی خاطر، ہماری بھلائی کے لئے، ہمیں بھی ان خوش قسمتوں میں شامل کر لیا ہے جو ان نیک کاموں میں شامل ہوتے ہیں اور ثواب حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے بارہ میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اگر میں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔ ان کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں۔ لکھتے ہیں: ’’میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیر و مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمائیے کہ یہ ادنیٰ خدمت بجالاؤں کہ ان کی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں۔‘‘

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 35-36)

یعنی جو خریدار ہیں براہین احمدیہ کے اس وقت اگر وہ ادائیگی نہیں کر پا رہے تو مجھے اجازت دیں میں وہ ساری ادائیگی اپنی طرف سے کر دیتا ہوں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’میں جو بار بار تاکید کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ یہ خدا تعالیٰ کے حکم سے ہے کیونکہ اسلام اس وقت تنزّل کی حالت میں ہے۔ بیرونی اور اندرونی کمزوریوں کو دیکھ کر طبیعت بے قرار ہو جاتی ہے اور اسلام دوسرے مخالف مذاہب کا شکار بن رہا ہے۔ جب یہ حالت ہو گئی ہے تو کیا اب اسلام کی ترقی کے لئے ہم قدم نہ اٹھائیں؟ خدا تعالیٰ نے اسی غرض کے لئے تو اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ پس اس کی ترقی کے لئے سعی کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور منشاء کی تعمیل ہے۔ اس لئے اس راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ سمیع و بصیر ہے۔

یہ وعدے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے دے گا میں اس کو چند گنا برکت دوں گا۔ دنیا ہی میں اسے بہت کچھ ملے گا اور مرنے کے بعد آخرت کی جزا بھی دیکھ لے گا کہ کس قدر آرام میسر آتا ہے۔ غرض اس وقت میں اس امر کی طرف تم سب کو توجہ دلاتا ہوں کہ اسلام کی ترقی کے لئے اپنے مالوں کو خرچ کرو۔‘‘

(الحکم 31 جولائی 1906ء، ملفوظات جلد نمبر 8 صفحہ 393-394)

(خطبہ جمعہ 7 نومبر 2003)

بقیہ: جنگ بدر کا قصہ مت بھولو...... از صفحہ 3

• جس طرح آنحضور ﷺ نے ساری رات مسلمانوں کی حفاظت اور بقا کے لئے دُعا میں گزار دی۔ آج بھی جماعت احمدیہ کی حفاظت اور ترقی کے لئے دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔ نیز یہ دُعا کریں۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا

• صحابہ کی وفاداری کی طرح ہم میں ہر فرد کو خلیفۃ المسیح کے ساتھ اپنے روحانی ہتھیاروں کے ساتھ یہ اعلان کرتے ہوئے کھڑا ہونا ہو گا کہ دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ ہماری نعشوں کو نہ روند دے۔ اور یہ اعلان پہلے سے بڑھ کر گھر گھر سے ہو رہا ہو کہ اے خلیفۃ المسیح! ہم آپ کے دائیں، بائیں اور آگے و پیچھے لڑنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ اور موسیٰؑ کی قوم کی طرح نہیں کہیں گے کہ جاؤ! تم اور تمہارا رب لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

• مساوات اور برابری کا بھی سبق ملتا ہے جب آنحضورؐ کے چچا عباس کی مشکیں آسان کر دی گئیں تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ باقی قیدیوں کی بھی مشکیں آسان کر دو۔

• اس جنگ میں ایک ماں کا بچہ گم ہو گیا اور وہ سرگرداں اسے ڈھونڈتی پھرتی تھی تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ جب اپنے خدا سے دُور ہو جاتا ہے تو وہ اس کی تلاش میں اس ماں سے بھی بڑھ کر پریشان نظر آتا ہے۔

• یہ جنگ درحقیقت خیمہ میں لڑی گئی تھی آج رمضان میں بھی خیمہ زن ہو کر عبادت کرنے اور دعائیں کرنے کی ضرورت ہے۔

ہر دینی کام میں اپنے اصحاب، colleagues سے مشورہ کر لینا چاہئے۔ کیونکہ یہ پہلا مشورہ تھا جو آنحضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا۔

کچھ عرصہ سے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بدری صحابہؓ کی جاں نثاری کے واقعات اور ان کی سیرت بیان فرما رہے ہیں اور یہ بھی ایک رنگ میں ’’جنگ بدر کے قصہ کو مت بھولو‘‘ کی تعمیل اللہ تعالیٰ کروا رہا ہے تا کہ ہمیں جنگ بدر میں شامل ہونے والے مبارک و مقدس روحوں کے قصّے یاد رہیں۔ ہم بھی ان کی ولولہ انگیز قیادت اور ان کی قربانیوں کو اپنے دلوں میں اُتاریں اور جو سبق اس جنگ سے مسلمانوں کے لئے ہیں ان کو حرزِ جان بنائیں اور فتوحات و ترقیات کی طرف بڑھتے قدموں میں اپنے نیک اعمال سے آسانی پیدا کریں۔

17 رمضان کو غزوہ بدر کے موقع پر ادارہ اور قارئین کی طرف سے اس عہد کا اعادہ کرنا مقصود ہے کہ اے خلیفۂ وقت! ہم بدری صحابہ کی طرح ہر قسم کی جانی، مالی اور بدنی قربانیاں پیش کرنے کو تیار ہیں۔ جب بھی دربار خلافت سے آواز بلند ہو گی ہم سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہتے ہوئے حاضر ہوں گے۔ ہم احمدیت کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو پیش کریں گے ہم انصار، خدام، اطفال، ممبرات لجنہ اور ناصرات اپنے اپنے عہدوں کے مطابق اپنی زندگیاں پیش کرنے کو ہر وقت تیار رہیں گے اور ہم ہر وقت 22، اپریل 2003ء کے نظارہ کو زندہ رکھیں گے جب مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی طرف سے پہلا حکم ’’بیٹھ جائیں‘‘ کے الفاظ میں فدائیان احمدیت کے کانوں میں پڑا تھا تو وہ Gressenhall Road اور Melrose Road پر ایک دوسرے پر گرتے پڑتے زمین پر بیٹھ گئے تھے۔ اے خلیفۂ وقت! آپ بدری صحابہؓ کی طرح ہمیشہ ہمیں جاں نثاروں میں پائیں گے۔

خدا خود جبر و استبداد کو برباد کر دے گا
وہ ہر سُو احمدی ہی احمدی آباد کر دے گا
صداقت میرے آقا کی زمانے پر عیاں ہو گی
جہاں میں احمدیت کامیاب و کامران ہو گی

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

یہ لوگ تھے، عجیب شان تھی ان کی جنہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ سے وفا کے طریقے بھی سکھائے۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت کے طریقے بھی سکھائے۔ آنحضرت ﷺ کی باتوں کو دل کی گہرائیوں سے قبول کرتے ہوئے کامل اطاعت کرنے کے طریقے بھی سکھائے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند کرے۔

(ابو سعید)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

آج کی دعا

رَبِّ کُلُّ شَیۡءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحۡفَظۡنِیۡ وَانۡصُرۡنِیۡ وَارۡحَمۡنِیۡ

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلدنمبر 22صفحہ نمبر 224)

ترجمہ: اے میرے رب !ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے رب پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

یہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی حصول رحمت اور حفاظت الٰہی کی الہامی دعا ہے۔ آپؑ نے اس دعا کو اسم اعظم قرار دیا اور فرمایا کہ جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے اُسے نجات ہو گی۔

بہت پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 21 اگست 2020ء اور برموقع جلسہ سالانہ برطانیہ فرمودہ 3۔اگست 2018ء بروز جمعۃ المبارک بمقام حدیقۃ المہدی میں اس دعا کی تحریک فرمائی ہے۔آپ فرماتے ہیں

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی ایک دعا ہے جس کے بارے میں آپؑ نے فرمایا کہ مجھے یہ دعا القاء ہوئی ہے یعنی (مندرجہ بالا دعا)

آپ اس کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

رات کو میری ایسی حالت تھی کہ اگر خدا تعالیٰ کی وحی نہ ہوتی تو میرے اس خیال میں کوئی شک نہ تھا کہ میرا آخری وقت ہے۔ ایسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر مَیں ہوں اور وہ کوچہ سر بستہ سا معلوم ہوتا ہے کہ تین بھینسے آئے ہیں۔ ایک اُن میں سے میری طرف آیا تو مَیں نے اسے مار کر ہٹا دیا۔ پھر دوسرا آیا تو اسے بھی ہٹا دیا۔ پھر تیسرا آیا اور وہ ایسا پُرزور معلوم ہوتا تھا کہ میں نے خیال کیا کہ اب اس سے مفر نہیں۔ (اس سے نہیں بچا جا سکتا) خدا تعالیٰ کی قدرت کہ مجھے اندیشہ ہوا تو اس نے (یعنی بیل نے) اپنا منہ ایک طرف پھیر لیا۔ مَیں نے اُس وقت غنیمت سمجھا کہ اس کے ساتھ رگڑ کر نکل جاؤں۔ میں وہاں سے بھاگا اور بھاگتے ہوئے خیال آیا کہ وہ بھی میرے پیچھے بھاگے گا۔ مگر مَیں نے پھر کر نہ دیکھا۔ (مڑ کر نہ دیکھا) اس وقت خواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے دل پر مندرجہ ذیل دعا القاء کی گئی۔ رَبِّ کُلُّ شَیۡءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحۡفَظۡنِیۡ وَانۡصُرۡنِیۡ وَارۡحَمۡنِیۡ۔ (یعنی اے میرے ربّ پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما) اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسم اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے نجات ہو گی۔’’ آپ فرماتے ہیں کہ ’’ایک آریہ میرے پاس دوا لینے آیا کرتا ہے۔ میں نے اسے یہ خواب سنائی تو اس نے کہا کہ مجھے بھی لکھ دو۔ میں نے لکھ دیا اور اس نے یاد کر لیا۔‘‘ اخبار میں لکھنے والے نے لکھا ہے، رپورٹ دینے والے نے اس موقع کی بات لکھی ہے کہ ’’مغرب کی نماز پڑھ کر حضرت اقدس تشریف لے گئے اور کوئی ایک گھنٹے بعد مسجد میں تشریف لائے۔ فرمایا کہ آج جو خواب میں الہام سے کلمات بتلائے گئے ہیں میں نے ارادہ کیا ہے کہ اُن کو نماز میں دعا کے طور پر پڑھا جائے اور میں نے خود تو پڑھنے شروع کر دیئے ہیں۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 264-265)

اور جماعت کو بھی کہا کہ آپ پڑھیں۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

فقہی کارنر

روزہ رکھنے کی عمر

حضرت مصلح موعودؓ تحریر فرماتے ہیں:۔

یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت نے چھوٹی عمر کے بچوں کو روزہ رکھنے سے منع کیا ہے لیکن بلوغت کے قریب انہیں کچھ روزے رکھنے کی مشق ضرور کرانی چاہئے۔ مجھے جہاں تک یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے پہلا روزہ رکھنے کی اجازت بارہ یا تیرہ سال کی عمر میں دی تھی۔ لیکن بعض بے وقوف چھ سات سال کے بچوں سے روزہ رکھواتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس کا ثواب ہو گا۔ یہ ثواب کا کام نہیں بلکہ ظلم ہے کیونکہ یہ عمر نشوونما کی ہوتی ہے۔ ہاں ایک عمر وہ ہوتی ہے کہ بلوغت کے دن قریب ہوتے ہیں اور روزہ فرض ہونے والا ہی ہوتا ہے اُس وقت اُن کو روزہ کی ضرور مشق کرانی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اجازت اور سنّت کو اگر دیکھا جائے تو بارہ تیرہ سال کے قریب کچھ مشق کرانی چاہئے اور ہر سال چند روزے رکھوانے چاہئیں۔ یہاں تک کہ اٹھارہ سال کی عمر ہو جائے جو میرے نزدیک روزہ کی بلوغت کی عمر ہے۔ مجھے پہلے سال صرف ایک روزہ رکھنے کی حضرت مسیح موعودؑ نے اجازت دی تھی۔ اس عمر میں تو صرف شوق ہوتا ہے۔ اس شوق کی وجہ سے بچے زیادہ روزے رکھنا چاہتے ہیں مگر ماں باپ کا کام ہے کہ انہیں روکیں۔ پھر ایک عمر ایسی ہوتی ہے کہ اس میں چاہئے کہ بچوں کو جرأت دلائیں کہ وہ کچھ روزے ضرور رکھیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھتے رہیں کہ وہ زیادہ نہ رکھیں۔ اور دیکھنے والوں کو بھی اِس پر اعتراض نہ کرنا چاہئے کہ یہ سارے روزے کیوں نہیں رکھتا۔ کیونکہ اگر بچہ اس عمر میں سارے روزے رکھے گا تو آئندہ نہیں رکھ سکے گا۔ اسی طرح بعض بچے خلقی لحاظ سے کمزور ہوتے ہیں۔ مَیں نے دیکھا ہے بعض لوگ اپنے بچوں کو میرے پاس ملاقات کے لئے لاتے ہیں تو بتاتے ہیں کہ اس کی عمر پندرہ سال ہے حالانکہ وہ دیکھنے میں سات آٹھ سال کے معلوم ہوتے ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں ایسے بچے روزہ کے لئے شائد اکیس سال کی عمر میں بالغ ہوں۔ اس کے مقابلہ میں ایک مضبوط بچہ غالباً پندرہ سال کی عمر میں اٹھارہ سال کے برابر ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ میرے ان الفاظ ہی کو پکڑ کر بیٹھ جائے کہ روزہ کی بلوغت کی عمر اٹھارہ سال ہے تو نہ وہ مجھ پر ظلم کرے گا اور نہ خدا تعالیٰ پر اپنی جان پر آپ ظلم کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی چھوٹی عمر کا بچہ پورے روزے نہ رکھے اور لوگ اُس پر طعن کریں تو وہ اپنی جان پر ظلم کریں گے۔

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 385)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

چھوٹی مگر سبق آموزبات

اپنے دل کی حالت کو گرنے مت دو۔ کیونکہ لوگ تو گرے ہوئے مکان کی اینٹیں بھی اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ بدنصیب ہے جو خود تو مرے مگر اس کا گناہ زندہ رہے۔

مرسلہ: محمد عمر تیماپوری۔ انڈیا

19 اپریل 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:39	18:41
مدینہ منورہ	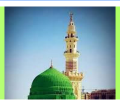	04:35	18:46
قادیان		04:30	19:00
ربوہ		04:10	18:40
اسلام آباد ٹلفورڈ		04:30	20:05